ALLAMA IQBAL OPEN UNIVERSITY

USMAN NOTES
www.usmannotes.com

Name:

Registration No.:

Course Code: 1966

Program: BS Islamic Studies (Spec. Qur'an & Tafsir)

Semester: Autumn 2026

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

کلیہ عربی و علومِ اسلامیہ — شعبہ قرآن و تفسیر

کورس :علم التجوید • (1966) سطح :بی ایس علومِ اسلامیہ) تخصص قرآن و تفسیر(

سمسٹر :خزاں2026 ء

امتحانی مشق نمبر) 2 یونٹ 6 تا(9

کل نمبر • 100 کامیابی کے نمبر50 :

حل شدہ اسائنمنٹ گائیڈ

)مطالعہ و حوالہ کے لیے(

نوٹ :یہ گائیڈ صرف مطالعہ اور حوالے کے مقصد کے لیے تیار کی گئی ہے۔ طلبہ کو مشورہ دیا جاتا ہے کہ وہ کورس کی کتاب کے متعلقہ یونٹس کا بغور مطالعہ کریں، مفاہیم کو اچھی طرح سمجھیں اور پھر اسائنمنٹ اپنے الفاظ میں لکھیں۔ اس گائیڈ کو ہو بہو نقل کرنا امتحانی مقصد کے خلاف ہے؛ اصل فائدہ اسی وقت حاصل ہوگا جب آپ ہر جواب کو سمجھ کر اپنی عبارت میں تحریر کریں گے۔

سوال نمبر :1 قراءاتِ قرآنیہ سے مراد — ایک مضمون 20) نمبر(

سوال نمبر1 ۔ قراءات قرآنیہ سے کیا مراد ہے؟ ایک مضمون تحریر کیجئے۔

تعارف

قرآنِ مجید جس طرح اپنے معانی و مطالب میں معجزہ ہے اسی طرح اپنے الفاظ کی ادائیگی و قرأت میں بھی ایک مستقل علم کا حامل ہے جسے علم القراءات کہتے ہیں۔ مسلمان جب سورہ الفاتحہ پڑھتے ہوئے» مالک یوم الدین «اور» ملک یوم الدین «جیسی دو معروف قرأتوں کا ذکر سنتے ہیں تو ان کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ قراءاتِ قرآنیہ سے مراد کیا ہے اور کیا اس سے قرآن کے متن میں کسی قسم کے اختلاف کا شبہ پیدا ہوتا ہے؟ اس مضمون میں قراءت کا مفہوم، اس

کی تاریخی بنیاد، دس مشہور قراءتوں کا تعارف، قرأت کے قبول کی شرائط اور قراءات کی حکمتیں ترتیب سے بیان کی جائیں گی تاکہ طالبِ علم اس عظیم علم کی حقیقت سے پوری طرح واقف ہوسکے۔

قرأت کا لغوی و اصطلاحی مفہوم

قراءت» قرأ یقرأ «سے مصدر ہے جس کے معنی پڑھنا اور جمع کرنا۔ اصطلاح میں علم القراءات کی تعریف امام ابن الجزری نے یہ فرمائی ہے کہ یہ وہ علم ہے جس میں قرآن کے کلمات کی ادائیگی کی کیفیات اور ان کے اختلافِ وجوہ کی معرفت ان کے ناقلین کی طرف نسبت کے ساتھ حاصل کی جاتی ہے۔ سادہ الفاظ میں جب قرآن کے کسی لفظ کو پڑھنے کے ایک سے زائد طریقے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت و منقول ہوں تو ان طریقوں کو قراءات کہتے ہیں۔ یہ گوناگونی حروف کی ادائیگی، اعراب، تخفیف و تشدید، مد و قصر، اور کبھی کبھی کسی لفظ کی صورت میں پائی جاتی ہے، جیسے »ننشرها «اور» ننشزها) «بقرہ (259 :یا» فتبینوا «اور» فتثبتوا) «حجرات(6 ۔۔۔ دونوں صورتیں تواتر کے ساتھ پڑھی جاتی ہیں اور دونوں قرآن ہیں۔ یہ بات واضح رہے کہ قراءات محض قاریوں کی ایجاد نہیں بلکہ یہ سماع و تلقی پر مبنی ہیں؛ ہر قرأت سلسلہ بسلسلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہے، اسی لیے قاعدہ مشہور ہے کہ القراءة سنة متبعة، یعنی قرأت ایک پیروی کی جانے والی سنت ہے جس میں رائے و قیاس کو دخل نہیں۔

سات حروف کی حدیث اور تاریخی بنیاد

قراءات کی اصل بنیاد وہ مشہور حدیث ہے جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :یہ قرآن سات حروف پر نازل ہوا ہے، پس ان میں سے جو آسان ہو پڑھو) صحیح بخاری و مسلم(۔ حضرت عمر و ہشام بن حکیم رضی اللہ عنہما کا واقعہ کتبِ حدیث میں موجود ہے کہ دونوں نے سورہ الفرقان کی قرأت میں ایک دوسرے سے اختلاف پایا، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کی قرأت کو درست قرار دے کر فرمایا کہ قرآن اسی طرح نازل ہوا ہے اور یہ سات حروف پر اترا ہے۔ علماء نے سات حروف سے مراد میں مختلف توجیہات بیان کی ہیں، جن میں زیادہ معتد بہ یہ ہے کہ مراد عرب کے مختلف قبائل کے لہجات و لغات میں ادائیگی و الفاظ کی وہ رعایتیں ہیں جو امت کی آسانی کے لیے دی گئیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں جب فتوحات پھیلیں اور قرأت کے لہجات پر اختلاف قریب تھا کہ فتنہ بن جائے تو خلیفہ سوم نے مصاحف کو قریش کے رسم و لغت پر جمع کرکے تمام اسلامی شہروں میں بھیجا اور ان کی تعلیم کے لیے

معلم قاری بھی مقرر فرمائے۔ یہ رسمِ عثمانی تمام قراءاتِ متواطرہ کی جامع بنیاد بن گیا۔ اس کے بعد ہر بڑے شہر میں ان مصاحف کے مطابق قرأت کی شہرت پھیل گئی اور پانچویں صدی ہجری تک قراءت ایک باقاعدہ مدون علم کی صورت اختیار کر گئی۔ چوتھی صدی ہجری میں امام ابن مجاہد نے» کتاب السبعہ «لکھ کر سات مشہور قراء کو منتخب کیا اور بعد میں امام شاطبی نے» حرز الامانی) «الشاطبیہ (میں سات قراءتوں کو نظم کیا، پھر امام ابن الجزری نے» الدرۃ المضیہ «کے ذریعے مزید تین قراءتوں کا اضافہ کر کے دس قراءتیں مکمل کیں اور» طیبۃ النشر «میں ان سب کو جمع فرمادیا۔

دس قراءِ مشہورہ اور ان کے راوی

دس قراءتیں اپنے ماخذ شہروں کے اعتبار سے پھیلی ہوئی ہیں جن کا خلاصہ جدول میں درج ہے۔ قرأت سیکھنے کے نظام میں یہ سلسلہ ہوتا ہے کہ مشہور قاری سے اس کے دو شاگرد راوی نقل کرتے ہیں اور پھر راوی سے اگلی نسل طرق کے ذریعے منتقل کرتی ہے۔ ہمارے برصغیر سمیت دنیا کے بیشتر خطوں میں جو قرأت مروج ہے وہ امام عاصم کوفی کی قرأت بروایتِ حفص ہے، جبکہ شمالی افریقہ میں امام نافع کی روایتِ ورش اور افریقہ کے بعض خطوں و سوڈان میں ابو عمرو بصری کی روایتِ دوری وغیرہ مروج ہیں۔ پاکستان و ہند کے مدارس میں بھی قراءتِ حفص ہی پڑھائی جاتی ہے اور سبعہ و عشرہ کی تخصصی تعلیم مخصوص اداروں میں دی جاتی ہے۔

جدول :1 دس قراءِ مشہورہ اور ان کے روای

نمبر	قاری	شہر	مشہور راوی
1	امام نافع مدنی	مدینہ منورہ	قالون، ورش
2	امام ابن کثیر مکی	مکہ مکرمہ	بزی، قنبل
3	امام ابو عمرو بصری	بصرہ	دوری، سوسی
4	امام ابن عامر شامی	دمشق) شام(	ہشام، ابن ذکوان
5	امام عاصم کوفی	کوفہ	شعبہ، حفص
6	امام حمزہ کوفی	کوفہ	خلف، خلاد
7	امام کسائی کوفی	کوفہ	ابو الحارث، دوری کسائی
8	امام ابو جعفر مدنی	مدینہ منورہ	ابن وردان، ابن جماز
9	امام یعقوب حضرمی	بصرہ	رویس، روح
10	امام خلف بن ہشام	بغداد	اسحاق، ادریس

قرأت کے قبول ہونے کی شرائط

ہر وہ قرأت جو طبع و شہرت کی بنیاد پر چل پڑے معتبر نہیں ہوتی، بلکہ اہلِ فن نے قرأتِ مقبولہ کے لیے تین شرائط مقرر کی ہیں جنہیں امام ابن الجزری نے ایک شعر میں یوں ضبط کیا ہے :ہر وہ قرأت جو قواعدِ عربیہ کے کسی وجہ کے موافق ہو، رسمِ عثمانی کے احتمال کے مطابق ہو اور اس کی سند صحیح طور پر ثابت ہو، وہی صحیح قرأت ہے جس کا انکار درست نہیں۔ پہلی شرط یہ ہے کہ اس قرأت کی سند کامل اتصال کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہو اور راوی عادل و ضابط ہوں۔ دوسری شرط یہ کہ وہ مصحفِ عثمانی کے رسم کے خلاف نہ ہو، کیونکہ عثمانی مصاحف نقطوں و اعراب کے بغیر اسی لیے لکھے گئے تھے کہ متواطر قراءتوں کی صورتیں ان میں سما سکیں۔ تیسری شرط یہ کہ وہ عربی زبان کے کسی معروف و معتبر لہجے و قاعدے کے موافق ہو۔

جس قرأت میں ان تینوں میں سے ایک شرط بھی مفقود ہو وہ» شاذ «کہلاتی ہے۔ قرأتِ شاذہ کا مقام یہ ہے کہ اس کے ساتھ نماز میں تلاوت اور اسے قرآن سمجھ کر پڑھنا جائز نہیں، البتہ لسانی و تفسیری مباحث میں اس سے استشہاد کیا جاتا رہا ہے کیونکہ اس سے بعض مشکل الفاظ کے معانی کھلتے ہیں۔ دس قراءتیں ان تینوں شرائط پر پوری اترتی ہیں اور امت نے انہیں تواتر کے ساتھ قبول کیا ہے، اس لیے ان میں سے ہر قرأت کے مطابق تلاوت عین قرآن کی تلاوت ہے اور کسی قرأت پر طعن کرنا جائز نہیں۔

قرأت، روایت اور طریق میں فرق

اس علم کی اصطلاحات میں قرأت، روایت اور طریق کا فرق سمجھنا بھی ضروری ہے۔ امام جزری کی اصطلاح کے مطابق جس اختلاف کی نسبت امام و قاری کی طرف کی جائے اسے» قراءۃ «کہتے ہیں، جیسے قراءۃ عاصم اور قراءۃ نافع۔ جس اختلاف کی نسبت قاری کے راوی کی طرف کی جائے اسے» روایۃ «کہتے ہیں، جیسے روایتِ حفص عن عاصم اور روایتِ ورش عن نافع۔ اور جس کی نسبت راوی سے آگے نقل کرنے والے کی طرف کی جائے اسے» طریق «کہتے ہیں، جیسے طریقِ ازرق عن ورش۔ اس اصطلاحی ترتیب سے طالبِ علم کو کتبِ قراءات پڑھنے میں بڑی سہولت حاصل ہوتی ہے اور سند کی نسبتوں کا صحیح اندازہ ہوتا ہے۔ اسی طرح ہر قاری کے باہمی اختلاف کو دو حصوں میں دیکھا جاتا ہے» :اصول «یعنی وہ

قواعد جو پوری قرأت میں یکساں نافذ ہوتے ہیں جیسے مد و قصر اور امالہ وغیرہ، اور» فرش الحروف «یعنی مخصوص الفاظ میں واقع ہونے والے جزئی اختلافات۔

قراءات کی حکمتیں و فوائد

قراءات کی تعدد میں بڑی حکمتیں پنہاں ہیں۔ سب سے پہلی حکمت امت پر تخفیف و آسانی ہے، کیونکہ عرب قبائل کے لہجات جدا جدا تھے اور سب کو ایک ہی لہجے کا پابند کرنا مشقت کا سبب بنتا، اس لیے ہر قبیلے کو اس کی زبان کے قریب قرأت کی اجازت ملی۔ دوسری حکمت قرآن کے اعجاز بیانی کا اظہار ہے کہ ایک ہی کلمے کی مختلف قرأتیں کبھی معنی میں وسعت پیدا کرتی ہیں اور کبھی دو مختلف حکموں کا مجموعہ بن جاتی ہیں، جیسے وضو کی آیت میں »وَأَرْجُلَكُمْ «اور» وَأَرْجُلِكُمْ «دونوں قرأتیں دھونے اور مسح کے استدلال کی بنیاد بنیں۔ تیسری حکمت فقہی احکام میں وسعت ہے، جس کی مثال سورہ مائدہ کی آیتِ کفارہ میں» فصیام ثلاثة ایام متتابعات «کی قرأت سے روزوں کی تتابع ثابت ہونا ہے۔ چوتھی حکمت قرآن کی حفاظت کا عملی انتظام ہے کہ مختلف خطوں میں مختلف قرأتوں کا رواج رکھنے سے پورا متن ہر علاقے میں پوری مشقت کے ساتھ سینہ بہ سینہ محفوظ رہا۔

اس کے ساتھ یہ نکتہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ قراءات کا باہمی اختلاف تضاد و تناقض نہیں بلکہ تنوع و تکمیل ہے۔ ایک قرأت دوسری کی کبھی تفسیر بن جاتی ہے اور کبھی اس میں ایسا اضافہ ہوتا ہے جو اصل معنی کو نقصان پہنچائے بغیر حکم کی کوئی اور جہت کھول دیتا ہے، جیسے» مالک «سے ملکیت و اختیار کا مفہوم اور» ملک «سے بادشاہت و عظمت کا مفہوم مل کر یومِ جزا کی پوری تصویر بناتے ہیں۔ یہی تنوع اس بات کی دلیل ہے کہ یہ قرأتیں انسانی اختراع نہیں بلکہ وحی کی دی ہوئی وسعت ہیں۔

نتیجہ

خلاصہ یہ کہ قراءاتِ قرآنیہ سے مراد قرآن کے کلمات کی ادائیگی کے وہ متواطر طریقے ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح سند، رسمِ عثمانی کی موافقت اور عربی قواعد کی مطابقت کے ساتھ ثابت ہیں، اور دس قراءِ مشہورہ کی قرأتیں اسی علم کی نمائندہ صورتیں ہیں۔ ان قراءات کا سیکھنا امت کے لیے رحمت و وسعت کا ذریعہ ہے، اور ہمارے لیے کم از کم

اپنی مروج قرأتِ حفص عن عاصم کو تجوید کے ساتھ درست سیکھنا اور دوسری قراءات کی عظمت و حجیت کا اعتراف رکھنا لازم ہے۔

سوال نمبر :2 حروف کے مخارج اور ان کے اصطلاحی نام) ترتیب وار 20) (نمبر(

سوال نمبر2 ۔ حروف کے مخارج اور ان کے اصطلاحی ناموں کو ترتیب سے بیان کیجئے۔

تعارف

حروفِ تہجی کے نظام کو سمجھنے کے لیے دو چیزیں بنیاد ہیں :ہر حرف کا مخرج یعنی اس کی آواز نکلنے کی جگہ، اور اس مخرج کی نسبت سے حرف کو ملنے والا اصطلاحی نام یعنی اس کا لقب۔ جب حروف اندر سے باہر کی طرف ترتیب سے بیان کیے جائیں تو پورا نقشہ ذہن میں بیٹھ جاتا ہے اور جب ساتھ ان کے نام بھی یاد ہوں تو اہلِ فن کی گفتگو اور کتبِ تجوید سمجھنا آسان ہوجاتا ہے۔ اس سوال میں سترہ مخارج اور ان حروف کے اصطلاحی نام اسی ترتیب سے پیش کیے جاتے ہیں جس ترتیب سے وہ ادائیگی کے اعضاء میں وقوع پذیر ہیں، یعنی سب سے اندرونی مقام جوف و حلق سے آغاز کرکے زبان، ہونٹوں اور آخر میں خیشوم تک۔

ترتیب کا اصول

ترتیب کا اصول یہ رکھا گیا ہے کہ آواز اپنی پیدائش کے مقام سے جس راستے پر گزر کر باہر آتی ہے اسی راستے کی ترتیب پکڑی جائے۔ ہوا پھیپھڑوں سے اٹھ کر پہلے حلق میں داخل ہوتی ہے، پھر منہ کی فضا یعنی جوف میں آتی ہے، پھر زبان کے مختلف مقامات سے گزرتی ہے، پھر ہونٹوں سے اور اسی دوران غنہ کی آواز ناک یعنی خیشوم کی طرف بھی جاتی ہے۔ تاہم تعلیمی ترتیب میں عموماً جوف کو پہلے رکھا جاتا ہے کیونکہ حروفِ مدہ سب سے سادہ ہیں، پھر حلق، پھر زبان، پھر شفتین اور آخر میں خیشوم۔ اصطلاحی ناموں کی منطق بھی اسی ترتیب سے جڑی ہے :ہر گروہ کا نام اس کے خطے یا عضو سے ماخوذ ہے جس سے وہ ادا ہوتا ہے، جیسے حلق سے نکلنے والے حلقیہ، لہات یعنی زبان کی جڑ کے قریب گلے کے پردے سے نسبت رکھنے والے لہاتیہ، شجر الفم سے شجریہ، دانتوں کی جڑوں کے مقابل نطع یعنی اگلے تالو سے نطعیہ، زبان کے سرے

)اسلہ (سے اسلیہ، مسوڑھوں) لثہ (سے لثویہ، زبان کے کنارے) ذلق (سے ذلقیہ یا طرفیہ، ہونٹوں سے شفویہ اور جوف سے جوفیہ و ہوائیہ کہلاتے ہیں۔

جوف اور حلق کے مخارج و نام

سب سے پہلے الجوف ہے، اس سے الف، واو اور یاء مدہ ادا ہوتے ہیں اور انہیں جوفیہ اور ہوائیہ کہا جاتا ہے، کیونکہ یہ ہوا کے ساتھ منہ و حلق کے خلا میں پھیل کر ختم ہوتے ہیں۔ اس کے بعد حلق کے تین مخارج ہیں جن سے چھ حروف ادا ہوتے ہیں اور یہ سب حلقیہ کہلاتے ہیں۔ اقصی الحلق یعنی حلق کے سب سے اندرونی حصے سے ہمزہ و ہاء، وسط الحلق سے عین و حاء، اور ادنی الحلق سے غین و خاء ادا ہوتے ہیں۔ ان چھ حروف کو ایک جماعت کی صورت میں یاد رکھنا اس لیے بھی ضروری ہے کہ یہی حروف نون ساکنہ کے اظہارِ حلقی کا سبب بنتے ہیں۔

زبان کے مخارج و اصطلاحی نام

حلق کے بعد زبان کا خطہ آتا ہے جس کے دس مخارج سے اٹھارہ حروف ادا ہوتے ہیں۔ اندر سے چلیں تو پہلے قاف آتا ہے جو زبان کی آخری جڑ اور مقابل نرم تالو سے ادا ہوتا ہے، پھر کاف جو اس سے تھوڑا آگے کے مقام سے نکلتا ہے؛ ان دونوں کو لہاتیہ یا لہویہ کہتے ہیں کیونکہ ان کا مخرج لہات یعنی کوّے کے قریب واقع ہے۔ اس کے بعد وسط اللسان سے جیم، شین اور یاء غیر مدہ ادا ہوتے ہیں؛ ان تینوں کے ساتھ ضاد کو بھی اسی جماعت میں رکھا جاتا ہے کیونکہ ضاد بھی زبان کے کنارے سے اسی منہ کے کھلے درمیانی خطے میں نکلتا ہے، اور ان چاروں کو شجریہ کہتے ہیں۔

اس کے بعد زبان کے آگے والے حصے کے مخارج آتے ہیں۔ زبان کے کنارے کے آخری حصے اور اگلے دانتوں کی جڑوں سے لام ادا ہوتا ہے، زبان کے سرے اور ثنایا علیا کی جڑوں سے نون، اور زبان کے سرے کے قدرے پیٹھ والے حصے سے راء؛ ان تینوں یعنی لام، نون اور راء کو ذلقیہ یا طرفیہ کہا جاتا ہے کیونکہ یہ زبان کے کنارے و سرے) ذلق اللسان (سے ادا ہوتے ہیں، اور ساتھ اذلاق کی صفت بھی انہی سے وابستہ ہے۔ پھر زبان کے سرے اور دانتوں کی جڑوں کے مقابل اگلے تالو) نطع (سے طاء، دال اور تاء ادا ہوتے ہیں جنہیں نطعیہ کہتے ہیں۔ پھر زبان کے سرے کے نیچے دانتوں کے قریب آنے سے صاد، سین اور زاء کی صفیر بنتی ہے، انہیں اسلیہ بھی کہتے ہیں اور صفیریہ بھی، کیونکہ ان کی ادائیگی زبان کے سرے) اسلۃ اللسان (سے ہے۔ آخر

میں زبان کے سرے اور اوپر کے دانتوں کے کناروں سے ظاء، ذال اور ثاء ادا ہوتے ہیں جنہیں لثویہ کہتے ہیں کیونکہ ان کا مقام مسوڑھوں) لثات (کے بالکل قریب ہے۔

شفتین اور خیشوم کے نام

زبان کے بعد شفتین یعنی ہونٹوں کا خطہ ہے۔ نچلے ہونٹ کے اندرونی حصے اور اوپر کے اگلے دانتوں کے کناروں سے فاء ادا ہوتا ہے، اور دونوں ہونٹوں کے ملنے و گول ہونے سے باء، میم اور واو غیر مدہ ادا ہوتے ہیں؛ ان چاروں حروف یعنی ف، ب، م، و کو شفویہ کہا جاتا ہے۔ آخر میں خیشوم کا مخرج ہے جہاں سے غنہ نکلتا ہے؛ غنہ نون و میم کی صفت ہے اس لیے اسے صفاتِ غنہ کا مقام کہتے ہیں اور اس سے وابستہ آواز کو خیشومی آواز سمجھا جاتا ہے۔ اس ترتیب کا فائدہ یہ ہے کہ طالبِ علم صرف حروف نہیں بلکہ آواز کی پوری اندرونی سفر کی تصویر ذہن میں رکھتا ہے۔

جدول 1: مخارج و اصطلاحی نام بترتیب

نمبر	مخرج	حروف	اصطلاحی نام
1	الجوف) منه و حلق کا خلا(	الف، واو، یاء مدہ	جوفیه / ہوائیه
2	اقصی الحلق	ہمزہ، ہاء	حلقیه
3	وسط الحلق	عین، حاء	حلقیه
4	ادنی الحلق	غین، خاء	حلقیه
5	اقصی اللسان مع نرم تالو	قاف	لہاتیه / لہویه
6	اقصی اللسان قدرے آگے	کاف	لہاتیه / لہویه
7	وسط اللسان مع تالو	جیم، شین، یاء غیر مدہ	شجریه
8	حافة اللسان مع اضراس	ضاد	شجریه
9	ادنی حافة اللسان الی منتہاہا	لام	ذلقیه / طرفیه
10	طرف اللسان مع اصول ثنایا علیا	نون	ذلقیه / طرفیه
11	طرف اللسان مع ظہرہ	راء	ذلقیه / طرفیه
12	طرف اللسان مع اصول ثنایا)نطع الفم(	طاء، دال، تاء	نطعیه
13	طرف اللسان قریب اسفل ثنایا) صفیر(	صاد، سین، زاء	اسلیه / صفیریه
14	طرف اللسان مع اطراف ثنایا علیا	ظاء، ذال، ثاء	لثویه
15	بطن شفه سفلی مع اطراف ثنایا علیا	فاء	شفویه
16	دونوں ہونٹ	باء، میم، واو غیر مدہ	شفویه

17	الخیشوم	غنہ) نون و میم کی صفت(	خیشومیہ

اصطلاحی ناموں کی وجہ تسمیہ و فائدہ

ان ناموں کی وجہِ تسمیہ سمجھ لینے سے یہ محض رٹنے کی فہرست نہیں رہتی بلکہ ایک سمجھدار نقشہ بن جاتی ہے۔ »حلقیہ «حلق کی طرف نسبت ہے؛» لہاتیہ «لہات کی طرف جو گلے کے آخر میں لٹکا ہوا گوشت کا چھوٹا سا حصہ ہے اور قاف و کاف کا مقام اسی کے مقابل ہے؛» شجریہ «شجر الفم یعنی منہ کے پھیلے ہوئے درمیانی حصے کی طرف؛ »نطعیہ «نطع یعنی اوپر کے اگلے تالو کی طرف؛» اسلیہ «اسلة اللسان یعنی زبان کے نازک سرے کی طرف؛» لثویہ «لثہ یعنی مسوڑھے کی طرف؛» ذلقیہ «ذلق اللسان یعنی زبان کے کنارے یا سرے کی طرف؛» شفویہ «شفتین کی طرف؛ اور »جوفیہ «جوف کی طرف۔ طالبِ علم جب ان ناموں کو ان وجوہات کے ساتھ یاد کرتا ہے تو کسی بھی نئے حرف کے بارے میں سن کر فوراً اس کے مقام کا اندازہ لگا لیتا ہے۔

ان اصطلاحات کا عملی فائدہ کتب و امتحانات میں بھی ظاہر ہوتا ہے، کیونکہ امتحانی سوالات اور فن کی کتابیں اکثر حروف کو انفرادی ناموں کی بجائے انہی گروہی ناموں سے پکارتی ہیں، جیسے» حروفِ حلقی کے بعد نون ساکنہ کا اظہار ہوتا ہے«،» حروفِ شفویہ میں میم کا حکم خاص ہے«،» حروفِ صفیریہ کی ادائیگی میں آواز کی باریکی لازم ہے «وغیرہ۔ یہی اصطلاحی مہارت اگلے ابواب یعنی صفات و احکام پڑھنے کی کلید ہے۔

نتیجہ

خلاصہ یہ کہ حروف کے سترہ مخارج پانچ خطوں میں اندر سے باہر کی طرف ترتیب پاتے ہیں اور ہر خطے کے حروف کو اس کے عضو یا مقام سے منسوب اصطلاحی نام ملتا ہے :جوفیہ، حلقیہ، لہاتیہ، شجریہ، ذلقیہ، نطعیہ، اسلیہ، لثویہ، شفویہ اور خیشومیہ۔ یہ ترتیب و نام یاد کرلینے والا طالبِ علم مخارج کے پورے نظام کو ایک مربوط نقشے کی صورت میں ذہن میں محفوظ کرلیتا ہے اور یہی اس سوال کا مقصد ہے۔

سوال نمبر :3 نون ساکنہ اور میم ساکنہ کے احکام 20) نمبر(

سوال نمبر3 ۔ نون ساکنہ اور میم ساکنہ کے احکام کو بیان کیجئے۔

تعارف

احکامِ نون ساکنہ و تنوین اور احکامِ میم ساکنہ علم التجوید کے ان عملی ابواب میں سے ہیں جن سے قاری کو تلاوت کے دوران قدم قدم پر واسطہ پڑتا ہے، کیونکہ نون ساکنہ اور تنوین قرآن میں اس کثرت سے آتے ہیں کہ بمشکل کوئی آیت ان سے خالی ہوتی ہے۔ ان احکام کا تعلق اس بات سے ہے کہ جب نون ساکنہ یا میم ساکنہ کے بعد کوئی حرف آئے تو اس نون یا میم کو کیسے پڑھا جائے :ظاہر کرکے، اگلے حرف میں ملا کر، بدل کر یا چھپا کر۔ زیرِ نظر جواب میں پہلے نون ساکنہ و تنوین کے چاروں احکام اور پھر میم ساکنہ کے تینوں احکام مثالوں سمیت بیان کیے گئے ہیں۔

نون ساکنہ و تنوین کی تعریف

نون ساکنہ وہ نون ہے جس پر سکون ہو اور وہ کلمے کے درمیان یا آخر میں ثابت رہے، خواہ وقف ہو یا وصل، جیسے »من «اور» عن «کا نون اور» من یشاء «جیسی تراکیب۔ تنوین وہ دوہری حرکت ہے جو اسم کے آخر میں آتی ہے اور تلفظ میں نون ساکنہ ہی کی آواز دیتی ہے، جیسے» کتابٌ «پڑھنے میں» کتابن «سنائی دیتا ہے۔ اسی صوتی مشابہت کی وجہ سے تنوین کے احکام بعینہ نون ساکنہ کے احکام ہیں، اس لیے علماء ہر حکم میں دونوں کو ایک ساتھ بیان کرتے ہیں۔ ان کے بعد آنے والے حرف کی نوعیت کے مطابق چار حکم ہیں :اظہار، ادغام، اقلاب اور اخفاء۔

حکم اول :اظہارِ حلقی

اظہار کے معنی ہیں صاف و واضح کرنا۔ جب نون ساکنہ یا تنوین کے بعد چھ حروفِ حلقی) ء، ہ، ع، ح، غ، خ (میں سے کوئی حرف آئے تو نون کو اس کے مخرج سے صاف ادا کیا جاتا ہے، نہ اس میں ادغام ہوتا ہے نہ اخفاء اور غنہ بھی اپنے اصل درجے پر رہتا ہے۔ حکم کی وجہ یہ ہے کہ نون کا مخرج زبان کا سرا ہے اور حلقی حروف کا مخرج حلق ہے؛ دونوں میں اتنی دوری ہے کہ ادغام یا اخفاء ممکن ہی نہیں رہتا۔ مثالیں» :من هادٍ«،» من علمٍ«،» من حكيمٍ«،» من غلٍّ«،» من خوفٍ«، اور تنوین کے ساتھ» عليمٌ حكيمٌ«،» سلاماً «کے بعد ہمزہ آنے کی صورت میں» قوماً هاداً «وغیرہ۔ اس حکم کو

اظہارِ حلقی اسی لیے کہتے ہیں کہ اس کا سبب حروفِ حلقی ہیں۔ طالبِ علم کے لیے تنبیہ یہ ہے کہ اظہار کے موقع پر نون کو دو ٹکڑے کرکے یا غیر ضروری لمبا کرکے نہ پڑھا جائے؛ صاف، قدرتی اور بے تکلف ادائیگی ہی اظہار ہے۔

حکم دوم :ادغام

ادغام کے معنی ہیں ملا دینا اور داخل کردینا۔ جب نون ساکنہ یا تنوین کے بعد» یرملون «کے چھ حروف) ی، ر، م، ل، و، ن (میں سے کوئی حرف آئے تو نون کو اگلے حرف میں اس طرح ملا دیا جاتا ہے کہ آواز ایک مشدد حرف کی سی ہوجاتی ہے۔ ادغام کی دو قسمیں ہیں۔ پہلی ادغام مع الغنہ ہے جو چار حروف» ینمو «یعنی ی، ن، م، و کے ساتھ ہوتا ہے؛ اس میں نون اگلے حرف میں ملتا بھی ہے اور غنہ بھی باقی رہتا ہے، جیسے» من یعمل«،» من مالٍ«،» من ولٍي «اور» وجوهٌ یومئذٍ«۔ دوسری ادغام بلا غنہ ہے جو لام اور راء کے ساتھ ہوتا ہے: ان دو نون مکمل طور پر مدغم ہوجاتا ہے اور غنہ بالکل ختم ہوجاتا ہے، جیسے» من ربهم«،» من لدنه«،» هدىً للمتقين «جیسی ترکیبوں میں اور راء کے ساتھ» من راق « وغیرہ۔

ادغام کی شرائط میں یہ نکتہ اہم ہے کہ یہ حکم دو الگ الگ کلمات میں ہوتا ہے؛ اگر ایک ہی کلمے کے اندر نون ساکنہ کے بعد یرملون کا حرف آجائے تو ادغام نہیں ہوتا بلکہ اظہار ہوتا ہے جسے اظہارِ مطلق کہتے ہیں، قرآن میں اس کی صرف چار مثالیں ہیں» :الدنیا«،» بنیان«،» صنوان«،» قنوان«۔ نیز یہ یاد رہے کہ ادغام کے لیے نون کا ساکن ہونا اور اگلے حرف کا متحرک ہونا شرط ہے، اور وقف کی صورت میں ادغام ختم ہوکر نون اصل حالت پر ظاہر ہوجاتا ہے۔

حکم سوم :اقلاب

اقلاب کے معنی ہیں بدل دینا۔ جب نون ساکنہ یا تنوین کے بعد حرفِ باء آئے تو نون کو میم میں بدل دیا جاتا ہے اور اس میم کو اخفاء کے ساتھ غنہ کرکے پڑھا جاتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ باء میم کے قریب المخرج ہے اور نون کو میم میں بدلنے سے ادائیگی میں آسانی پیدا ہوجاتی ہے اور آواز میں تسلسل قائم رہتا ہے۔ مثالیں» :من بعد «کو» مم بعد «کی آواز سے پڑھنا، »أنبئوني «میں نون کا میم ہونا، اور تنوین میں» سميعٌ بصيرٌ «و» مهينٍ «کے بعد باء والی تراکیب جیسے» عليمٌ بذات الصدور«۔ مصاحف میں اس تبدیلی کی علامت کے طور پر نون کے اوپر یا تنوین کے ساتھ چھوٹی سی میم) م (لکھی جاتی

ہے تاکہ قاری فوراً پہچان لے۔ اقلاب صرف ایک حرف یعنی باء کے ساتھ خاص ہے، اور اس میں اخفاء و غنہ دونوں اسی طرح لازم ہیں جس طرح میم ساکنہ کے اخفائے شفوی میں ہوتے ہیں۔

حکم چہارم :اخفائے حقیقی

اخفاء کے معنی ہیں چھپانا۔ جب نون ساکنہ یا تنوین کے بعد حروفِ حلقی، یرملون اور باء کے سوا باقی پندرہ حروف میں سے کوئی حرف آئے تو نون کو اس کے مخرج سے نہ پورا ظاہر کیا جاتا ہے نہ پورا ملایا جاتا ہے، بلکہ اسے ایک درمیانی حالت میں غنہ کے ساتھ چھپا کر پڑھا جاتا ہے۔ ان پندرہ حروف کو یاد رکھنے کے لیے علماء نے یہ ترکیب بنائی ہے کہ مشہور شعر کے ہر لفظ کا پہلا حرف اخفاء کا حرف ہے» :صف ذا ثنا کم جاد شخص قد سما، دم طیباً زد في تقی ضع ظالماً«، یعنی ص، ذ، ث، ک، ج، ش، ق، س، د، ط، ز، ف، ت، ض، ظ۔ مثالیں: من کان«،» أنتم«،» منصوراً«،» أنذرتهم«،» إن شاء «وغیرہ۔ اخفاء کی مقدار و کیفیت آنے والے حرف کے قریب المخرج ہونے کے کم و بیش ہوتی ہے؛ جو حرف نون کے مخرج سے جتنا قریب ہو اخفاء اتنا ہی ہلکا اور جو دور ہو اتنا ہی واضح ہوتا ہے، چنانچہ ف و ک کے ساتھ اخفاء زیادہ ظاہر ہوتا ہے۔ اخفاء کو حقیقی اس لیے کہتے ہیں کہ یہ نون کی ذات و آواز دونوں کو حقیقتاً چھپاتا ہے، بخلاف اخفائے شفوی کے جو میم ساکنہ میں واقع ہوتا ہے۔

جدول :1 نون ساکنہ و تنوین کے چار احکام

حکم	شرط) بعد والا حرف(	مثالیں
اظہارِ حلقی	چھ حروفِ حلقی :ء ہ ع ح غ خ	من هادٍ، من علمٍ، علیمٌ حکیمٌ
ادغام مع الغنه	ی، ن، م، و) ینمو(	من یعمل، من مالٍ، وجوهٌ یومئذٍ
ادغام بلا غنه	ل، ر	من ربهم، من لدنه
اقلاب	ب	من بعد، سمیعٌ بصیرٌ
اخفائے حقیقی	باقی پندرہ حروف :ص ذ ث ک ج ش ق س د ط ز ف ت ض ظ	من کان، أنتم، منصوراً

میم ساکنہ کے تین احکام

میم ساکنہ سے مراد وہ میم ہے جس پر سکون ہو اور وہ کلمے کے درمیان یا آخر میں آئے، جیسے» هم«،» کم«،» ام لم « وغیرہ۔ میم کا مخرج ہونٹ ہیں، اس لیے اس کے احکام اپنے بعد آنے والے حرف کے ساتھ ہونٹوں کی مناسبت سے طے ہوتے ہیں

اور ان کی تعداد تین ہے۔ پہلا حکم اخفائے شفوی ہے :جب میم ساکنہ کے بعد باء آئے تو میم کو ہونٹ پورے ملائے بغیر غنہ کے ساتھ چھپا کر پڑھا جاتا ہے، جیسے» ترميهم بحجارةٍ «اور» وهم بارزون«۔ اسے شفوی اس لیے کہتے ہیں کہ میم شفوی حرف ہے اور اس کا اخفاء ہونٹوں کی نرمی سے ہوتا ہے۔ دوسرا حکم ادغامِ شفوی جسے ادغامِ مثلین بھی کہتے ہیں : جب میم ساکنہ کے بعد دوسری میم آئے تو پہلی میم دوسری میں غنہ کے ساتھ مدغم ہوجاتی ہے اور آواز ایک مشدد میم کی ہوجاتی ہے، جیسے» لكم ما كسبتم «اور» في قلوبهم مرضٌ«۔

تیسرا حکم اظہارِ شفوی ہے :جب میم ساکنہ کے بعد باء اور میم کے سوا باقی چھبیس حروف میں سے کوئی حرف آئے تو میم کو غنہ کی اصل مقدار کے ساتھ صاف ظاہر کیا جاتا ہے، جیسے» هم فيها خالدون «اور» عليهم غير«۔ اس اظہار میں دو حروف واو اور فاء کے موقع پر خاص احتیاط کی تنبیہ کی جاتی ہے، کیونکہ واو متحد المخرج اور فاء قریب المخرج ہونے کی وجہ سے غیر محسوس طریقے پر میم مدغم یا مخفی ہونے لگتا ہے، جیسے» عليهم ولا «اور» هم فيها — « ان میں میم کو اچھی طرح ظاہر کرنا لازم ہے۔ جدول میں تینوں احکام خلاصتاً دیے گئے ہیں۔

جدول :2 میم ساکنہ کے تین احکام

حکم	شرط) بعد والا حرف(	مثالیں
اخفائے شفوی	ب	ترميهم بحجارةٍ، وهم بارزون
ادغامِ شفوی) مثلین(	م	لكم ما كسبتم، في قلوبهم مرضٌ
اظہارِ شفوی	ب اور م کے سوا باقی 26 حروف) و اور ف میں خاص احتیاط(	هم فيها خالدون، عليهم غير

نتیجہ

خلاصہ یہ کہ نون ساکنہ و تنوین کے چار احکام ہیں :حروفِ حلقی کے ساتھ اظہار، یرملون کے ساتھ ادغام) غنہ کے ساتھ یا بغیر(، باء کے ساتھ اقلاب اور باقی پندرہ حروف کے ساتھ اخفائے حقیقی؛ جبکہ میم ساکنہ کے تین احکام ہیں :باء کے ساتھ اخفائے شفوی، میم کے ساتھ ادغامِ شفوی اور باقی حروف کے ساتھ اظہارِ شفوی۔ ان احکام کو مثالوں کے ساتھ ذہن نشین کرلینا اور پھر تلاوت میں استاذ کی نگرانی میں ان کی مشق کرنا ہی اس باب کی کامیابی ہے۔

سوال نمبر :4 تجوید کے قواعد ترتیب کے ساتھ 20) نمبر(

سوال نمبر4 ۔ تجوید کے قواعد کو ترتیب کے ساتھ تحریر کیجئے۔

تعارف

علم التجوید کے قواعد اگر بے ترتیب سیکھے جائیں تو ذہن میں الجھاؤ پیدا ہوتا ہے اور تلاوت میں ان کا نفاذ مشکل ہوجاتا ہے، جبکہ اگر انہیں اس منطقی ترتیب سے سیکھا جائے جس ترتیب سے ایک قاری کو تلاوت کے دوران ان سے سابقہ پڑتا ہے تو پورا نظام ایک مربوط سلسلے کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ تلاوت کا آغاز تعوذ و بسملہ سے ہوتا ہے، پھر ہر حرف اپنے مخرج و صفات کے ساتھ ادا ہوتا ہے، پھر دو حروف کے ملنے سے احکام پیدا ہوتے ہیں، پھر مد و قصر کی مقادیر پیش آتی ہیں، پھر تفخیم و ترقیق کے مواقع آتے ہیں اور آخر میں وقف و ابتداء کے فیصلے کرنے پڑتے ہیں۔ زیرِ نظر جواب میں تجوید کے قواعد کو اسی قدرتی ترتیب سے آٹھ مراحل میں بیان کیا گیا ہے۔

پہلا مرحلہ :استعاذہ و بسملہ کے قواعد

تلاوت کی ابتدا کا قاعدہ یہ ہے کہ قاری پہلے» اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم «پڑھے، کیونکہ قرآن نے حکم دیا ہے کہ جب تم قرآن پڑھو تو شیطانِ مردود سے اللہ کی پناہ مانگو) النحل(98 :۔ اس کے بعد ہر سورت کے آغاز میں» بسم اللہ الرحمن الرحیم «پڑھی جاتی ہے، سوائے سورہ توبہ کے جس کے آغاز میں بسملہ نہیں ہے۔ دو سورتوں کے درمیان بسملہ کی چار صورتیں بنتی ہیں :اول یہ کہ پہلی سورت کے آخر، بسملہ اور دوسری سورت کے آغاز تینوں کو ایک سانس میں وصل کیا جائے؛ دوم یہ کہ سورت کے آخر پر وقف کرکے بسملہ کو اگلی سورت سے وصل کیا جائے؛ سوم یہ کہ سورت کے آخر اور بسملہ کو وصل کرکے بسملہ پر وقف کیا جائے، یہ صورت درست نہیں کیونکہ بسملہ سورت کے آغاز کے لیے ہے اختتام کے لیے نہیں؛ اور چہارم یہ کہ تینوں مقامات پر الگ الگ وقف کیا جائے۔ ان چار میں سے پہلی، دوسری اور چوتھی صورتیں جائز اور تیسری نا جائز ہے، اور یہ باریکیاں باقاعدہ قاعدہ شمار ہوتی ہیں جن کی رعایت ہر قاری پر لازم آتی ہے۔

دوسرا مرحلہ :مخارج کے قواعد

ترتیب کا دوسرا مرحلہ مخارج ہے، کیونکہ ہر قاعدہ اسی بنیاد پر کھڑا ہوتا ہے۔ سترہ مخارج پانچ خطوں یعنی جوف، حلق، لسان، شفتین اور خیشوم میں تقسیم ہیں، اور قاعدہ یہ ہے کہ ہر حرف اسی مخرج سے ادا ہوگا جو اہلِ فن نے اس کے لیے مقرر کیا ہے، نہ اس سے آگے نہ پیچھے۔ اس مرحلے کا عملی قانون یہ ہے کہ جب بھی کسی حرف کی ادائیگی میں شبہ ہو تو اسے ساکن کرکے اس سے پہلے ہمزہ مفتوح لگا کر تلفظ کیا جائے، آواز جہاں رکے گی وہی مخرج ہوگا۔ اس مرحلے پر خاص زور ان حروف پر دیا جاتا ہے جو سننے میں قریب قریب معلوم ہوتے ہیں مگر مخارج الگ رکھتے ہیں، جیسے سین و صاد، تاء و طاء، ذال و زاء و ظاء اور دال و ضاد؛ ان میں فرق یہی اس پورے مرحلے کا حاصل ہے۔

تیسرا مرحلہ :صفات کے قواعد

تیسرا مرحلہ صفات کا ہے۔ قاعدہ یہ ہے کہ ہر حرف کو اس کی سترہ صفاتِ لازمہ میں سے وہ صفات دی جائیں جو اس کے حق میں ثابت ہیں :پانچ متضادہ جوڑوں) ہمس و جہر، شدت و رخوت مع بینیت، استعلاء و استفال، اطباق و انفتاح، اذلاق و اصمات (میں سے ہر جوڑے کی ایک صفت ہر حرف میں ہونا لازمی ہے، اور سات غیر متضادہ صفات) صفیر، قلقلہ، لین، انحراف، تکریر، تفشی، استطالہ (اپنے اپنے مخصوص حروف میں لازم ہیں۔ ان صفات ہی سے پھر عارضی احکام وجود پاتے ہیں :جہاں حرف شدید و مجہور ہو وہاں ادغام ممکن ہوتا ہے، جہاں ہمس و رخوت ہو وہاں آواز کی کیفیت بدلتی ہے، اور جہاں استعلاء ہو وہاں تفخیم کا دروازہ کھلتا ہے۔ اس لیے قواعد کی ترتیب میں صفات کا مقام مخارج کے فوراً بعد اور احکام سے پہلے رکھا گیا ہے۔

چوتھا مرحلہ :نون ساکنہ، تنوین اور میم ساکنہ کے قواعد

چوتھا مرحلہ حروف کے باہمی ملاپ سے پیدا ہونے والے احکام کا ہے اور اس کے سرِ فہرست نون ساکنہ و تنوین کے چار قواعد ہیں :حروفِ حلقی کے بعد اظہار، یرملون کے بعد ادغام) ینمو میں غنہ کے ساتھ اور ل و ر میں بغیر غنہ کے(، باء کے بعد اقلاب، اور باقی پندرہ حروف کے بعد اخفائے حقیقی۔ اس کے ساتھ میم ساکنہ کے تین قواعد ہیں :باء کے بعد اخفائے شفوی، میم کے بعد ادغامِ شفوی اور باقی تمام حروف کے بعد اظہارِ شفوی۔ اسی مرحلے میں دو ہم جنس یا قریب

المخرج حروف کے باہم ادغام کے قواعد بھی آتے ہیں جنہیں ادغامِ مثلین، ادغامِ متجانسین اور ادغامِ متقاربین کہتے ہیں، اور قلقلہ کا قاعدہ بھی یہیں سمجھا جاتا ہے کہ قطب جد کے حروف ساکن ہوں تو آواز جھٹکے کے ساتھ لوٹائی جائے۔ ان قواعد کا خلاصہ یہ ہے کہ دو آوازوں کے ملنے کی ہر صورت میں یا تو اظہار ہوگا، یا ادغام، یا اخفاء، یا اقلاب، اور قاری کو ہر مقام پر آنے والے حرف کو دیکھ کر فیصلہ کرنا ہوتا ہے۔

پانچواں مرحلہ :مد و قصر کے قواعد

پانچواں مرحلہ مد کا ہے۔ مد کے معنی ہیں آواز کو لمبا دینا اور قصر اس کے مقابل مختصر رکھنا۔ بنیادی قاعدہ مدِّ طبیعی ہے جس میں حرفِ مد) الف، واو، یا یاء ساکنہ اپنے مناسب ماقبل کے ساتھ (کو دو حرکات کی مقدار کھینچا جاتا ہے اور اس میں کمی زیادتی جائز نہیں۔ اس کے بعد مدِّ فرعی کے قواعد آتے ہیں جن کا سبب یا تو ہمزہ ہوتا ہے یا سکون۔ ہمزہ کی وجہ سے ہونے والے مد تین ہیں :مدِّ متصل جہاں حرفِ مد اور ہمزہ ایک ہی کلمے میں ہوں جیسے» جاء «و »السماء«، اس کی مقدار چار سے پانچ حرکات ہے؛ مدِّ منفصل جہاں دونوں الگ الگ کلمات میں ہوں جیسے» بما انزل«، روایتِ حفص میں بطریق شاطبیہ اس کی مقدار بھی چار سے پانچ حرکات رکھی جاتی ہے؛ اور مدِّ بدل جہاں ہمزہ حرفِ مد سے پہلے آئے جیسے» آمنوا«۔ سکون کی وجہ سے ہونے والے مد بھی تین ہیں :مدِّ لازم جس کی مقدار چھ حرکات ہے، جیسے »الضالین «اور حروفِ مقطعات کے مدود؛ مدِّ عارض للسکون جو وقف کی وجہ سے پیدا ہو جیسے» العالمین «پر وقف کرنا، اس میں دو، چار یا چھ حرکات کی گنجائش ہے؛ اور مدِّ لین جو واو و یاء ساکنہ ماقبل مفتوح پر وقف سے پیدا ہوتا ہے جیسے» خوف «و» قریش«۔ اس کے علاوہ میمِ جمع اور ہائے ضمیر کے مد کو مدِّ صلہ کہتے ہیں۔

جدول :1 مد کے اہم قواعد و مقادیر

مد کی قسم	سبب / مثال	مقدار) حرکات(
مدِّ طبیعی	حرفِ مد، کوئی سبب نہیں — قال، یقول، قیل	2
مدِّ متصل	ایک کلمے میں حرفِ مد کے بعد ہمزہ — السماء، جاء	4تا5
مدِّ منفصل	دو کلمات میں حرفِ مد و ہمزہ — بما انزل	4تا) 5 بطریقِ شاطبیہ(
مدِّ بدل	ہمزہ حرفِ مد سے پہلے — آمنوا، ایمان	2
مدِّ لازم	حرفِ مد کے بعد سکونِ اصلی —	6

	الضالین، الم	
مدِّ عارض للسکون	وقف کی وجہ سے سکون — العالمین)وقفاً	2، 4 یا6
مدِّ لین	واو/یاء ساکن ماقبل مفتوح، وقفاً — خوف، قریش	2، 4 یا6

چھٹا مرحلہ :تفخیم و ترقیق کے قواعد

چھٹا مرحلہ تفخیم و ترقیق کا ہے۔ تفخیم آواز کو موٹا و بھرپور کرنے کو اور ترقیق باریک کرنے کو کہتے ہیں۔ اس مرحلے کے بڑے قواعد یہ ہیں :حروفِ مستعلیہ) خص ضغط قظ (ہمیشہ مفخم پڑھے جاتے ہیں اور ان میں بھی اطباق والے چار حروف سب سے زیادہ پُر ہوتے ہیں۔ حرفِ راء کا قاعدہ یہ ہے کہ [illegible] یا مضموم ہو تو مفخم، مکسور ہو تو مرقق، اور ساکن ہو تو ماقبل کی حرکت دیکھی جاتی ہے؛ ماقبل فتحہ یا ضمہ ہو تو تفخیم اور کسرہ ہو تو ترقیق، اور اسی طرح کے باریک مسائل اس کے تحت آتے ہیں۔ لام کا اصل حکم ترقیق ہے، مگر لفظ جلالہ «اللہ» کا لام اگر ماقبل فتحہ یا ضمہ ہو تو تغلیظ یعنی تفخیم کے ساتھ پڑھا جاتا ہے اور ماقبل کسرہ ہو تو ترقیق سے جیسے «قال اللہ» اور «باللہ»۔ الف مدہ کا حکم یہ ہے کہ وہ اپنے ماقبل حرف کی پیروی کرتا ہے، مفخم کے بعد مفخم جیسے «قال» مرقق کے بعد مرقق جیسے «کان»۔

ساتواں مرحلہ :وقف و ابتداء کے قواعد

ساتواں مرحلہ وقف و ابتداء کا ہے، کیونکہ طویل آیات میں سانس کا ٹوٹنا ناگزیر ہے اور اگر وقف غلط جگہ ہو تو معنی بدل سکتا ہے۔ وقف کی چار قسمیں معیار کے اعتبار سے مقرر ہیں :وقفِ تام جہاں کلام لفظی و معنوی طور پر مکمل ہو، جیسے سورت کے آخر میں؛ وقفِ کافی جہاں لفظی تعلق ختم اور معنوی باقی ہو؛ وقفِ حسن جہاں کلام قابلِ فہم حد تک مکمل ہو مگر اگلی بات اس سے جڑی ہو، اس پر وقف جائز مگر وہیں سے ابتدا مناسب نہیں؛ اور وقفِ قبیح جہاں وقف سے معنی فاسد ہوجائے، جیسے» لا الہ «پر کھڑے ہوجانا، یہ حرام کے قریب ہے۔ مصاحف میں وقف کی علامتیں بھی قواعد کا حصہ ہیں» :م «وقفِ لازم،» ط «وقفِ مطلق،» ج «وقفِ جائز،» ز «و» ص «وقف کی رخصت،» قف «وقف کی ترغیب اور تین نقطوں کی جوڑی» معانقہ «جہاں دو میں سے ایک جگہ وقف کیا جاتا ہے۔ ابتدا کا قاعدہ یہ ہے کہ

جب وقف کیا جائے تو ابتدا اس کلمے سے کی جائے جس سے معنی مکمل ہو، ورنہ پچھلا مناسب لفظ لوٹا کر ملا کر پڑھا جائے۔ اس کے علاوہ سکتہ یعنی بغیر سانس لیے ہلکی سی آواز روکنا بھی اسی باب کا جزو ہے جس کے روایتِ حفص میں چار مشہور مقامات ہیں۔

آٹھواں مرحلہ :عملی نفاذ و اتقان

قواعد کی ترتیب کا آخری مرحلہ ان سب کا عملی نفاذ ہے، کیونکہ تجوید محض قواعد جاننے کا نام نہیں، زبان و کان کی تربیت کا نام ہے۔ اس مرحلے کے اصول یہ ہیں :پہلے ہر قاعدہ الگ الگ مشق کے ساتھ پختہ کیا جائے، پھر چھوٹی سورتوں سے تلاوت شروع کرکے آہستہ آہستہ لمبی آیات کی طرف بڑھا جائے، اپنی آواز ریکارڈ کرکے سنی جائے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اپنی قرأت باقاعدگی سے مستند استاذ کے سامنے پیش کی جائے، کیونکہ کان کی بہت سی غلطیاں خود قاری کو سنائی نہیں دیتیں۔ اسی ترتیب — تعوذ و بسملہ، مخارج، صفات، احکامِ نون و میم ساکنہ، تفخیم و ترقیق، وقف و ابتداء اور پھر عملی اتقان — پر چلنے والا طالبِ علم ان شاء اللہ تجوید کے تمام قواعد کو ایک منظم فن کی صورت میں حاصل کرلیتا ہے۔

نتیجہ

خلاصہ یہ کہ تجوید کے قواعد کی درست ترتیب یہ ہے :پہلے استعاذہ و بسملہ، پھر مخارج، پھر صفاتِ لازمہ، پھر نون ساکنہ و میم ساکنہ اور دیگر احکامِ ملاپ، پھر مد و قصر کی اقسام و مقادیر، پھر تفخیم و ترقیق کے قواعد، پھر وقف و ابتداء کے اصول، اور سب کے آخر میں استاذی مشق کے ذریعے اتقان۔ ان مراحل کو ترتیب سے اپنانے والا قاری لحنِ جلی سے محفوظ اور لحنِ خفی سے بڑی حد تک پاک تلاوت کرنے کے قابل ہوجاتا ہے۔

سوال نمبر :5 تجوید اور قراءات کے فضائل 20) نمبر(

سوال نمبر5 ۔ تجوید اور قراءات کے فضائل تحریر کیجئے۔

تعارف

تجوید اور قراءات کا تعلق قرآنِ مجید کی اس صورت سے ہے جس کے ساتھ وہ نازل ہوا۔ قرآن کے معانی کی حفاظت جتنی بڑی امانت ہے اس کے الفاظ و آوازوں کی حفاظت بھی اتنی ہی بڑی امانت ہے، اور تجوید و قراءات اسی دوسری امانت کے نام ہیں۔ جب ایک قاری قرآن کو اس کے مخارج و صفات کے ساتھ، مد و غنہ کی پوری رعایت کے ساتھ پڑھتا ہے اور جب امت قراءاتِ متواطرہ سمیت اس کتاب کو سینہ بہ سینہ منتقل کرتی ہے تو دراصل وہ اس وعدہ الٰہی کی عملی صورت بنتی ہے کہ» انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون«۔ اس سوال میں تجوید اور قراءات دونوں کے فضائل الگ الگ اور پھر مشترکہ طور پر بیان کیے جاتے ہیں۔

تجوید کی فضیلت — فرمانِ الٰہی اور مقامِ ماہرِ قاری

تجوید کی سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ یہ خود اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا» :وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا «یعنی قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر واضح طور پر پڑھو، اور اہلِ علم نے ترتیل کی تفسیر ہی تجوید سے کی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول گزر چکا کہ ترتیل حروف کو تجوید کے ساتھ ادا کرنا اور وقوف کی معرفت کا نام ہے۔ اس بنا پر تجوید سے پڑھنے والا ہر حرف پر ایک حکمِ الٰہی کی اطاعت کا ثواب بھی پاتا ہے۔ دوسری فضیلت ماہر قاری کا وہ مقام ہے جو حدیث میں بیان ہوا :جو شخص قرآن کا ماہر ہے وہ بڑے بزرگ فرشتوں) السفرة الکرام البررہ (کے ساتھ ہوگا) صحیح بخاری و مسلم(، اور فرشتوں کی رفاقت جنت کی اعلیٰ ترین منزل کا اشارہ ہے۔ تیسری فضیلت یہ کہ مشقت سے پڑھنے والے کو بھی مایوسی نہیں :جو شخص اٹک اٹک کر مشکل سے پڑھتا ہے اس کے لیے دوہرا اجر ہے، ایک تلاوت کا اور ایک مشقت کا۔ اس سے معلوم ہوا کہ تجوید سیکھنے کی کوشش کا ہر درجہ خواہ مکمل ہو یا ادھورا، اللہ کے ہاں قدر رکھتا ہے۔

چوتھی فضیلت امت میں سب سے بہتر ہونے کا لقب ہے» :خیرکم من تعلم القرآن وعلمه) «صحیح بخاری(، اور ظاہر ہے کہ قرآن کا اصل تعلم اس کی صحیح ادائیگی سمیت ہوتا ہے، کیونکہ جو شخص الفاظ ہی درست نہ پڑھ سکے وہ تعلیم کا حق ادا نہیں کرسکتا۔ پانچویں فضیلت درجات کی بلندی ہے :صاحبِ قرآن سے کہا جائے گا کہ پڑھتا جا اور چڑھتا جا اور ٹھہر کر پڑھ جیسے دنیا میں پڑھتا تھا، تمہارا مقام وہیں ہوگا جہاں آخری آیت ختم ہوگی) ابوداؤد، ترمذی(۔ غور کریں

کہ اس حدیث میں» ورتل «کا لفظ پھر آیا ہے جو جنت کے درجات کے حصول کو بھی ترتیل و تجوید سے جوڑتا ہے۔ چھٹی فضیلت شفاعت ہے کہ قرآن اپنے پڑھنے والوں کے لیے قیامت میں شفیع بن کر آئے گا، اور جو قرآن استاذی طریقے سے محنت کرکے پڑھا گیا ہو اس کی سفارش کی قبولیت کی امید دو چند ہوجاتی ہے۔

تجوید کے دینی و عملی فوائد

فضائل کے ساتھ تجوید کے عملی فوائد بھی اسی کی برکات میں شمار ہیں۔ اول یہ کہ تجوید نماز کی حفاظت ہے؛ سورہ الفاتحہ ہر نماز کی جان ہے اور اس کے الفاظ کی غلطی نماز کو خطرے میں ڈال سکتی ہے، تجوید اس خطرے کا سدِّ باب ہے۔ دوم یہ کہ تجوید معنی کی حفاظت ہے، کیونکہ حروف کی تبدیلی معنی بدل دیتی ہے» — انعمت «میں ت و ط کا فرق نعمت دینے والے کی نسبت ہی بدل دیتا ہے۔ سوم یہ کہ حسین تجوید دلوں کو جھکا دیتی ہے؛ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن کو اپنی آوازوں سے مزین کرو) ابوداؤد(، اور حسنِ صوت کی بنیاد ہی قواعد کی درستی پر ہے۔ چہارم یہ کہ تجوید امت کو ایک آواز پر جمع کرتی ہے؛ دنیا کے کسی بھی خطے میں چلے جائیں، تجوید کے اصول ایک ہونے کی وجہ سے تلاوت ایک ہی لگتی ہے اور یہ وحدت خود ایک عظیم فضیلت ہے۔

قراءات کی فضیلت — وسعتِ رحمت اور امت کی آسانی

قراءات کی فضیلت کا آغاز اس حدیث سے ہوتا ہے کہ قرآن سات حروف پر نازل ہوا ہے اور ہر حرف کفایت کرنے والا و شافی ہے۔ یہ وسعت اللہ تعالیٰ کی اپنی امت پر رحمت ہے کہ مختلف لہجات رکھنے والے قبائل کے لیے بھی تلاوت آسان کردی گئی، اور امت کے آخری زمانوں تک یہ آسانی باقی رکھی گئی کہ ہر خطے کے لوگ اپنے یہاں مروج قرأت کے مطابق قرآن پڑھ سکیں۔ قراءات کی دوسری فضیلت یہ ہے کہ یہ قرآن کی حفاظت کے مضبوط ترین نظام کا حصہ ہیں؛ جب ایک ہی متن کی ادائیگی کے متعدد متواطر طریقے لاکھوں حفاظ کے سینوں میں محفوظ ہوں تو متن میں کسی تبدیلی کا امکان مکمل طور پر ختم ہوجاتا ہے، کیونکہ ایک قرأت دوسری پر گواہ و نگران ہوتی ہے۔

تیسری فضیلت یہ ہے کہ قراءات معنی و احکام میں وسعت پیدا کرتی ہیں۔ کبھی دو قرأتیں مل کر ایک حکم کی دو جہتیں کھولتی ہیں، جیسے وضو کی آیت میں ارجل کے نصب و جر کی قرأتیں جن سے فقہاء نے دھونے اور مسح کے استدلالات قائم کیے؛ کبھی ایک قرأت دوسری کی تفسیر بن جاتی ہے، جیسے سورہ نساء کی آیت میں» من انفسنا «جیسی شاذ قرأتوں سے

مراد کھلتی ہے؛ اور کبھی قراءت کا اختلاف لغوی شواہد کا خزانہ فراہم کرتا ہے۔ چوتھی فضیلت یہ کہ قراءات کا علم رکھنے والا تفسیر و فقہ میں گہرائی پاتا ہے، اسی لیے بڑے مفسرین و فقہاء قراءات کے ماہر ہوا کرتے تھے اور امام طبری و امام قرطبی کی تفاسیر قراءتوں کی بحث سے بھری پڑی ہیں۔ پانچی فضیلت یہ کہ ان قراءتوں کے حاملین کو امت نے ہر دور میں امام و مقتدیٰ مانا ہے اور ان کی اسناد کو شرف کی سند سمجھا ہے۔

مشترکہ فضائل :اجر، شرف اور خدمتِ قرآن

تجوید و قراءات کے مشترکہ فضائل میں سب سے نمایاں اجر کا پہلو ہے۔ ہر حرف پر ایک نیکی اور اس کا دس گنا ثواب)ترمذی (تجوید سے پڑھنے والے کو اس کے ہر درست ادا کیے گئے لفظ پر ملتا ہے، گویا اس کی زبان مسلسل نیکیوں کی کمائی میں مشغول رہتی ہے۔ دوسرا مشترکہ فضیلہ نسبت کی شرافت ہے :علماء و قراء کو انبیاء کے وارث قرار دیا گیا ہے اور قراء کو خاص طور پر» اہل القرآن «کہا گیا جنہیں حدیث میں اللہ کے اہل و خاص لوگ بتایا گیا ہے۔ تیسرا فضیلہ یہ کہ اس علم کا سیکھنے والا دوسروں کے لیے ذریعہ خیر بنتا ہے؛ اذان و امامت سے لے کر تراویح اور مدارس کی تعلیم تک ہر میدان میں ایسے قاری کی ضرورت رہتی ہے اور اس کی خدمت کا ثواب صدقہ جاریہ کی صورت میں اس کے بعد بھی چلتا رہتا ہے۔

چوتھا مشترکہ فضیلہ دلوں کی زندگی اور معاشرے کی اصلاح ہے۔ جن محلوں اور گھروں میں باقاعدہ تجوید کے ساتھ تلاوت ہوتی ہے وہاں بچے بچپن ہی سے قرآن سے مانوس ہوجاتے ہیں، بڑوں کی زبان و اخلاق سنورتے ہیں اور پورا ماحول ذکر و نور سے بھر جاتا ہے۔ پانچواں فضیلہ اس علم کی سند و اجازت کا نظام ہے جو امت کی علمی تاریخ کا انوکھا کارنامہ ہے :قاری اپنے استاذ سے، وہ اپنے استاذ سے، یوں یہ سلسلہ قراءِ عشرہ، صحابہ کرام سے ہوتا ہوا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت جبریل علیہ السلام تک پہنچتا ہے۔ اس سلسلے میں شامل ہونا بذاتِ خود ایک روحانی شرف ہے جس کی قدر اہلِ دل ہی جانتے ہیں۔

فضیلت کے حصول کی شرائط

ان فضائل کا حصول چند شرائط کے ساتھ مشروط ہے۔ پہلی شرط اخلاص ہے کہ پڑھنا اور سیکھنا صرف اللہ کی رضا کے لیے ہو، نام و نمود کے لیے نہ ہو، ورنہ حدیث کی وعید کے مطابق قاری کی قرأت اس کے خلاف گواہی بن سکتی ہے۔

دوسری شرط اتباعِ سماع ہے کہ تجوید و قرأت کتابوں سے نہیں بلکہ تلقی و مشافہہ یعنی استاذ کے سامنے پڑھ کر سیکھی جائے، کیونکہ آوازوں کا علم کان و زبان کی تربیت کا نام ہے۔ تیسری شرط استقامت و کثرتِ مشق ہے، کیونکہ یہ فن ہنر ہے اور ہنر مشق ہی سے پختہ ہوتا ہے۔ چوتھی شرط عمل ہے کہ جو کچھ پڑھا جائے اس پر حتی المقدور عمل کیا جائے تاکہ قرآن حق میں حجت بنے۔ ان شرائط کے ساتھ اس علم کی جستجو کرنے والا دنیا میں عزت اور آخرت میں وہ درجات پاتا ہے جن کا ذکر اوپر فضائل میں گزرا ہے۔

نتیجہ

خلاصہ یہ کہ تجوید کو حکمِ الٰہی» ورتل القرآن ترتیلا «کی تعمیل ماہرین کے لیے فرشتوں کی رفاقت، مشقت کرنے والوں کے لیے دوہرے اجر، درجاتِ جنت کی چابی اور معنی و نماز کی حفاظت ہونے کی فضیلتیں حاصل ہیں؛ اور قراءات کو امت کے لیے وسعتِ رحمت، حفاظتِ قرآن کا نگران نظام، معانی و احکام کی وسعت اور علم تفسیر و فقہ کی کلید ہونے کے فضائل حاصل ہیں۔ جو طالبِ علم ان فضائل کو پیشِ نظر رکھ کر ان علوم کو سیکھے وہ نہ صرف خود سعادت پاتا ہے بلکہ آنے والی نسلوں تک قرآن کی صحیح آواز پہنچانے کا ذریعہ بھی بنتا ہے۔

USMAN NOTES www.usmannotes.com